جشن آزادی کس کیلئے......؟

عثمان داود سیالکوٹی

پرندہ اگر قید ہو تو دنیا کی کوئی چیز اس کو نعمت نظر نہیں آتی سوائے آزادی کے۔ کہ کب مجھے قید کرنے والا خوش ہو جائے اور میرے پنجرے کا دروازہ کھول دے اور میں پھر سے اڑ کر دوبارہ خوشحال زندگی گزارنے لگ جاؤں۔ جہاں میرا اپنا گھر ہو' جہاں سب میرے اپنے اردگرد ہوں۔ جہاں اپنی فضا ہو۔ جہاں مانگے کی غذا نہ ہو بلکہ اپنی تلاش کی ہوئی غذا ہو کیونکہ اس کا مزا ہی اپنا ہے۔

قارئین کرام! ہم ایک پرندے کے احساسات جو آزادی کی خواہش لیے تھا اس کو اپنے سامنے پیش نہیں کر سکتے' لیکن ذرا غور کریں کہ ایک پرندے کے احساسات آزادی کیلئے ایسے ہیں کہ ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ تو اگر ایک جیتا جاگتا آزاد انسان قید کر دیا جائے' غلام بنا لیا جائے' اس کے آزادی کیلئے کیا احساسات ہوں گے' گویا اس کیلئے آزادی ہی آسودگی ہوگی۔ اس کے لیے آزادی ہی سب سے بڑی نعمت ہوگی اور آزادی ہی سونے کے پہاڑ سے بڑھ کر ہوگی۔ کیونکہ اگر کسی بچے کو بخار ہو جائے تو وہ بخار کی قید سے جلد آزاد ہونا چاہتا ہے چاہے آپ اس کے بخار کی حرارت کو کم کرنے کیلئے بوتل لے آئیں وہ اس کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔

حالانکہ وہ عام دنوں میں بہت شوق سے پیتا ہے۔ وہ بڑی مشکل سے اور نہ چاہتے ہوئے بوتل کو پی لیتا ہے۔ کیونکہ اب اس کی تمنا بوتل نہیں بلکہ بخار سے آزاد ہونا ہے اور پھر یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آزادی کے لیے مشقت ضروری ہے۔ بغیر مشقت کے آزادی حاصل نہیں ہوتی اور پھر آزادی کے لطف کو وہی صحیح سمجھ سکتا ہے جو قید سے آزاد ہو جائے۔

آزادی کی شیرینی کو وہی محسوس کر سکتا ہے' اس کے انگ انگ میں مسرت ہوتی ہے۔ خوشی اس کے لہو کے ساتھ مل کر اس کی شریانوں میں دوڑنے لگتی ہے۔ "یہ ہے آزادی کی اہمیت اور آزادی کی حیثیت"

قارئین کرام! ایک آزادی ہم کو بھی ملی ہے اور اس بات سے کوئی ناآشنا نہیں کہ ہم نے اس آزادی کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ بہت گراں قیمت ادا کی ہے' لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ لیکن مسلمان تو کبھی آزاد ہوتا ہی نہیں۔

((الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر))

"یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

یہ بات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت والی زبان سے ارشاد فرمائی۔ لیکن آج ہم مصنوعی آزادی کے نام پر اس دنیا ہی کو جنت سمجھ بیٹھے ہیں۔ لہراتے سبز ہلالی پرچموں کے تلے جمع ہو جانے کو شاید کلی طور پر آزاد سمجھ لیا ہے۔

بے شک وہ دن بڑا عظیم ہے جس دن ہم غیروں کی غلامی سے آزاد ہوئے۔ لیکن ہم سوچیں' کیا ہم آزاد ہیں......؟ کیا آزادی اسی چیز کا نام ہے کہ ہم ہر ۱۴ اگست کو جشن منا کر' شور و غل کر کے' اپنی حسرتوں پر پانی پھیر کر' اپنے مستقبل کی کامیابی کے سارے دروازے بند کر کے' آرام دہ بستر پر اگلی ۱۴ اگست کا خواب دیکھتے ہوئے سو جائیں۔

حضرات! کیا ہم ۱۴ اگست کی آزادی کو اسلام کی تمام پابندیوں سے آزادی سمجھتے ہیں......؟ کیا ہم اس آزادی کے ذریعے سود کی حرمت کو ختم تو نہیں کر رہے......؟ ذرا ہم سوچیں' حکمران سوچیں' کیا ہم اس آزادی کے ذریعے اسلام کی لگائی ہوئی حدوں کی قید سے آزاد تو نہیں ہو رہے......؟ یہ آزادی کے جشن ہم کس کے لیے منا رہے ہیں......؟

بے شک ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہم آزادی کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور دعویٰ ہم اس بات کا کرتے ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کی بہادری کا جشن منا رہے ہیں۔ ہم ان کی بہادری کا نہیں بلکہ ان کے تڑپتے لاشوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ہم جشن آزادی کے دن انڈین گانے سن کر' انڈین فلمیں دیکھ کر اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے تم سے علیحدگی اختیار کر کے غلطی کی تھی۔

حضرات گرامی! بھلا وہ قوم آزاد ہوتی ہے جو اپنا قومی لباس پہننا گوارہ نہ کرے' جو اپنی قومی زبان بولنا اپنے معاشرے کی توہین سمجھے۔ ہماری اولادیں دو لفظ بولتی ہیں تو ان میں سے ڈیڑھ لفظ انگریزی ہوتا ہے۔ پینٹ شرٹ کے سوا کوئی لباس پسند ہی نہیں آتا۔ چلو اسلام تو دور کی بات ہے' ہم پہلے اپنی اس بات پر تو پکے رہیں کہ "سب سے پہلے پاکستان" کیا ہم نے پاکستان کو ہر چیز پر مقدم رکھا ہے؟ کیا ہمارے حکمرانوں نے اپنے مفاد کی خاطر پاکستان کے قوانین کی دھجیاں نہیں اڑا دیں......؟ اور پھر ہم ہر قسم کا قانون توڑ کر بڑی ہوشیاری سے کہتے ہیں کہ یہ پاکستان ہے۔ یہاں سب چلتا ہے۔ کیا اسی لیے ہمارے بزرگوں نے اپنی جیتی جاگتی بچیوں کے گلے کاٹ دیئے

(باقی صفحہ نمبر ۶۷ پر)